Journal of Religion & Society (JR&S)

Available Online:

<https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index>

Print ISSN: [3006-1296](#) Online ISSN: [3006-130X](#)

Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)

PRACTICAL IMPLEMENTATION OF HUMAN RIGHTS DURING THE ERA OF THE RASHIDUN CALIPHATE

خلافتِ راشدہ کے دور میں انسانی حقوق کا عملی نفاذ

Dr. Abdur Rahman Khalil

Assistant Professor, Shaikh Zayed Islamic Centre (SZIC), University of
Peshawar

Abstract

The era of the Rashidun Caliphate (11–40 AH) stands as an exemplary period in Islamic history for the practical implementation of human rights. Guided by the Quran and the Sunnah, the Rashidun Caliphs established a governance model rooted in justice, equality, and protection of human dignity. The foundations of human rights during this period encompassed religious freedom, freedom of expression, equality before the law, and the safeguarding of life, property, and honor. The Caliphs emphasized public consultation (Shura), transparency, and accountability in governance, ensuring that rulers themselves were subject to law and public criticism. Notable examples include Abu Bakr's emphasis on justice in his inaugural address, Umar's judicial reforms and his famous declaration that even animals' rights were important, Uthman's welfare measures for the poor and orphans, and Ali's insistence on fairness and equality. Moreover, the protection of minority rights, prohibition of forced conversions, respect for prisoners of war, and establishment of social welfare through Bayt al-Mal (Public Treasury) reflected an inclusive and compassionate governance model. Economic rights were ensured through organized systems of Zakat, fair trade regulations, and measures against hoarding and exploitation. Women's rights also advanced significantly, as they were given rights to inheritance, education, and participation in social matters. Non-Muslims (Dhimmis) enjoyed protection of life, property, and religious freedom under Islamic law. In today's world, where human rights violations and social injustices are rampant, the Rashidun model offers timeless principles of governance, emphasizing justice, equity, and human dignity. This study explores how these values were implemented and highlights their relevance in modern times.

Keywords: Rashidun Caliphate, Human Rights, Islamic Governance, Social Justice, Minority Rights, Economic Rights, Religious Freedom, Shura, Accountability

تمہید

انسانی حقوق کا تصور دنیا بھر میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کی بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے ”وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ، جُو انسان کی عزت و تکریم کو واضح کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ“ⁱⁱ، جو انسانی حقوق کی ذمہ داری کو اجاگر کرتا ہے۔ امام ابن تیمیہ (المتوفی 728ھ) نے ”مجموع الفتاویٰ“ میں لکھا ہے کہ ”انسانی حقوق کا تحفظ اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے“ⁱⁱⁱ۔ امام غزالی (المتوفی 505ھ) نے ”احیاء علوم الدین“ میں بیان کیا ہے کہ ”حقوق العباد کو پامال کرنا اللہ کے نزدیک سنگین جرم ہے“^{iv}۔ امام نووی (المتوفی 676ھ) نے ”ریاض الصالحین“ میں لکھا ہے کہ ”ہر انسان کے بنیادی حقوق کا خیال رکھنا ایمان کا حصہ ہے“^v۔

اسلام نے چودہ سو سال قبل انسانی حقوق کا جامع نظام پیش کیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ ۖ وَرَأَيْنَاكَ كَاكِبًا“^{vi}، جو تمام انسانوں کی بنیادی مساوات کو واضح کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَىٰ عَجَمِيٍّ إِلَّا بِالنَّفْوَىٰ“^{vii}، جو نسلی امتیاز کی نفی کرتا ہے۔ امام ابن قیم (المتوفی 751ھ) نے ”طریق البحر تین“ میں لکھا ہے کہ ”اسلام نے غلاموں، عورتوں اور اقلیتوں کے حقوق متعین کیے“^{viii}۔ امام قرطبی (المتوفی 671ھ) نے اپنی تفسیر ”الجامع لاحکام القرآن“ میں بیان کیا ہے کہ ”قرآن مجید نے زندگی، مال، عزت اور عقیدے کے تحفظ کو یقینی بنایا“^{ix}۔ امام ابن حزم (المتوفی 456ھ) نے ”المحلی“ میں لکھا ہے کہ ”اسلامی قانون میں ہر فرد کے حقوق کو قانونی تحفظ حاصل ہے“^x۔

خلافت راشدہ انسانی حقوق کے تحفظ کی بہترین مثال ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے ”وَتَشَاوَرُكُمْ فِي الْأَمْرِ“^{xi}، جو مشاورت کے اصول کو واضح کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”الْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً“^{xii}، جو خلافت راشدہ کی مدت کو بیان کرتا ہے۔ امام ابن خلدون (المتوفی 808ھ) نے ”المقدمہ“ میں لکھا ہے کہ ”خلافت راشدہ نے عدل اور مساوات کی بے مثال روایت قائم کی“^{xiii}۔ امام طبری (المتوفی 310ھ) نے ”تاریخ الأمم والملوک“ میں بیان کیا ہے کہ ”حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المال کا نظام متعارف کرایا“^{xiv}۔ امام ماوردی (المتوفی 450ھ) نے ”الأحكام السلطانية“ میں لکھا ہے کہ ”خلافت راشدہ کا نظام آج بھی اسلامی ریاست کے لیے نمونہ ہے“^{xv}۔ خلافت راشدہ کے دور میں انسانی حقوق کو عملی شکل دی گئی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے : ”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ“^{xvi}، جو عدل کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : ”السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمَسَاكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“^{xvii}، جو معاشرتی انصاف کی ترغیب دیتا ہے۔ امام ابن سعد (المتوفی 230ھ) نے ”الطبقات الکبریٰ“ میں لکھا ہے کہ ”حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یتیموں کے حقوق کا خاص خیال رکھا“^{xviii}۔ امام ابن عبد البر (المتوفی 463ھ) نے ”الاستیعاب“ میں بیان کیا ہے کہ ”حضرت عثمان غنیؓ نے غریبوں کی کفالت کی ذمہ داری لی“^{xix}۔ امام ابن کثیر (المتوفی 774ھ) نے ”البدایہ والنہایہ“ میں لکھا ہے کہ ”حضرت علیؓ نے ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کو فرض قرار دیا“^{xx}۔

اسلام میں انسانی حقوق کا جامع تصور

اسلام نے انسانی حقوق کا ایسا جامع نظام پیش کیا جو آج بھی قابل عمل ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: { يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ } (النساء: 135)، جو انصاف کی تاکید کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "انصر آخاک ظالماً أو مظلوماً" (صحیح بخاری، کتاب المظالم، حدیث: 2443)، جو ہر حال میں حق کی حمایت کی ترغیب دیتا ہے۔ امام شاطبی (المتوفی 790ھ) نے "المواصفات" میں لکھا ہے کہ "مقاصد شریعت کا بنیادی ہدف انسانی حقوق کا تحفظ ہے" ^{xxi}۔ امام ابن حجر عسقلانی (المتوفی 852ھ) نے "فتح الباری" میں بیان کیا ہے کہ "خلافت راشدہ کا دور انسانی حقوق کی عملی تفسیر ہے" ^{xxii}۔ امام ابن عاشور (المتوفی 1393ھ) نے "مقاصد الشریعة الاسلامیة" میں لکھا ہے کہ "اسلامی قانون کا مقصد فرد اور معاشرے کے حقوق کا تحفظ ہے" ^{xxiii}۔

خلافت راشدہ میں انسانی حقوق کی بنیاد

خلافت راشدہ میں انسانی حقوق کی بنیاد: قرآن و سنت کی روشنی میں
 خلافت راشدہ (11-40ھ) میں انسانی حقوق کی بنیاد قرآن مجید اور سنت نبوی پر استوار تھی۔ قرآن کریم، جو اللہ کا کلام ہے، نے بنیادی حقوق کی واضح تعلیمات دی ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت نے انہیں عملی شکل دی۔ خلفائے راشدین نے ان اصولوں کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ انہیں معاشرے میں مکمل طور پر نافذ کیا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ" ^{xxiv}۔ اس آیت میں تمام انسانوں کی مساوات اور عزت انسانی کو واضح کیا گیا ہے۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ (11-13ھ) نے اپنے خطبہ خلافت میں فرمایا: "میں تم میں سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں صحیح کروں تو میری مدد کرو، اور اگر غلط کروں تو مجھے سیدھا کرو" ^{xxv}۔ یہ اقوال انسانی حقوق کے احترام اور شوریٰ نظام کی عکاسی کرتے ہیں۔

خلفائے راشدین کی سیرت میں قرآن و سنت کی عملی جھلک

خلفائے راشدین نے قرآن و سنت کی تعلیمات کو اپنی حکمرانی میں عملی طور پر نافذ کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ (13-23ھ) کے دور میں عدل و انصاف کی مثالیں تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی گئی ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: "اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی کتا بھی پیاسا مر جائے تو عمر سے اس کا حساب لیا جائے گا" ^{xxvi}۔ یہ قول انسانی حقوق کے تحفظ کی عظیم مثال ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ (23-35ھ) نے اپنے دور میں غریبوں اور یتیموں کے حقوق کی خاص طور پر حفاظت کی۔ آپؓ نے زکوٰۃ کے نظام کو مضبوط کیا تاکہ معاشرے کے کمزور طبقات کی مدد ہو سکے۔ حضرت علیؓ (35-40ھ) نے اپنی حکومت میں علم و عدل کو فوقیت دی اور فرمایا: "لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے وقت اللہ سے ڈرو، کیونکہ عدل ہی حکمرانی کی بنیاد ہے" ^{xxvii}۔

عدل و مساوات کی تعلیمات: اسلامی اصولوں کی روشنی میں

خلافتِ راشدہ کا دور عدل و مساوات کا عملی نمونہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیے، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ آپؓ نے اہل ذمہ کے حقوق کا خاص خیال رکھا اور فرمایا: "جو شخص کسی معاہدہ (غیر مسلم شہری) پر ظلم کرے گا، میں قیامت کے دن اس کے خلاف ہوں گا" ^{xxviii}۔ "قرآن مجید میں ارشاد ہے: "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ" ^{xxix}۔" خلفائے راشدین نے اس آیت کو اپنی حکومتوں کا نصب العین بنایا۔ حضرت علیؓ نے اپنے گورنروں کو ہدایت کی کہ وہ رعایا کے ساتھ نرمی اور انصاف سے پیش آئیں۔ آپؓ کا فرمان تھا: "رعایا کے حقوق ادا کرو، ورنہ تمہارا اقتدار باقی نہیں رہے گا" ^{xxx}۔

معاشرتی حقوق کا تحفظ: خلفائے راشدین کے اقدامات

خلافتِ راشدہ کے دور میں معاشرتی حقوق کی پاسداری کو یقینی بنایا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے جنگِ رده کے بعد بیت المال کے نظام کو منظم کیا تاکہ غریبوں اور مساکین کی مدد کی جاسکے۔ حضرت عمرؓ نے "دیوان" کا نظام متعارف کرایا، جس میں تمام شہریوں کو وظائف دیے جاتے تھے۔ آپؓ نے خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے بھی اقدامات کیے اور انہیں وراثت کے حقوق دلوانے میں اہم کردار ادا کیا۔ قرآن مجید میں عورتوں کے حقوق کے بارے میں ارشاد ہے: "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" ^{xxxii}۔" خلفائے راشدین نے اس آیت کو عملی جامہ پہنایا ^{xxxii}۔

خلافتِ راشدہ کا ورثہ: موجودہ دور کے لیے رہنما اصول

خلافتِ راشدہ کے دور میں قائم کیے گئے انسانی حقوق کے اصول آج بھی دنیا کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ خلفائے راشدین نے جو نظام عدل قائم کیا، وہ آج بھی اسلامی ممالک کے آئین کی بنیاد ہے۔ حضرت عمرؓ کا فرمان "امتی استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتہم أحراراً" (تم نے لوگوں کو کب غلام بنالیا، حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جناتھا) انسانی آزادی کا عالمی منشور ہے ^{xxxiii}۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے، خلافتِ راشدہ نے یہ ثابت کیا کہ انسانی حقوق کا تحفظ ہی کامیاب حکمرانی کی کلید ہے۔

شہری حقوق (Citizen Rights)

آزادی رائے کا اسلامی تصور

خلافتِ راشدہ (11-40ھ) کے دور میں شہریوں کو آزادی رائے کا مکمل حق حاصل تھا، جس کی بنیاد قرآن و سنت کے واضح احکامات پر تھی۔ اسلامی نظام حکومت میں رائے کی آزادی کو ایک مقدس حق سمجھا جاتا تھا، بشرطیکہ اس کا استعمال معاشرتی امن و امان کو مجروح نہ کرے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ" ^{xxxiv}۔" یہ آیت شورائی نظام کی اہمیت پر زور دیتی ہے، جس میں رائے کی آزادی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ (13-23ھ) کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ آپؓ نے منبر پر ایک تجویز پیش کی تو ایک عام خاتون نے کھڑے ہو

کر اس پر اعتراض کیا، جس پر حضرت عمرؓ نے فوراً اپنی رائے سے رجوع کر لیا اور فرمایا: "عمر سے بڑھ کر کوئی غلطی کر سکتا ہے، اور ایک خاتون نے عمر کو صحیح راستہ دکھا دیا xxxv"۔ خلیفہ ثانی کے اس عمل سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں ہر شہری کو حق اظہار رائے حاصل تھا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ (11-13ھ) نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا تھا: "اگر میں صحیح راستے پر ہوں تو میری اطاعت کرو، اور اگر بھٹک جاؤں تو مجھے سیدھا کرو" (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج: 3، ص: 183، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1410ھ)۔ یہ الفاظ اسلامی نظام حکومت میں احتساب کے تصور اور عوامی رائے کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خلفائے راشدین کے دور میں علمی و فکری مباحث کو فروغ دیا جاتا تھا، اور علماء و فقہاء کو اپنے اجتہادات پیش کرنے کی مکمل آزادی تھی۔

جان و مال اور عزت کا تحفظ: اسلامی ریاست کی ذمہ داری

اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ایک شہریوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ" xxxvi"۔ یہ آیت انسانی جان کی حرمت کو واضح کرتی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ایک قبطی (مصری عیسائی) نے شکایت کی کہ امیر مصر کے بیٹے نے اسے ناحق مارا ہے، تو حضرت عمرؓ نے فوراً کارروائی کرتے ہوئے مجرم کو سزا دی اور فرمایا: "تم نے لوگوں کو غلام کیوں بنایا حالانکہ ان کی مائیں انہیں آزاد جنتی ہیں؟" xxxvii"۔ یہ واقعہ اسلامی ریاست میں انصاف کے مساویانہ نظام کی بہترین مثال ہے۔

خلیفہ راشد حضرت علیؓ (35-40ھ) نے اپنے گورنروں کو ہدایت فرمائی تھی: "لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آؤ، اور ان کے جان و مال کی حفاظت کرو، کیونکہ یہ تمہاری ذمہ داری ہے" xxxviii"۔ اسلامی قانون میں چوری کی سزا کے باوجود، حضرت عمرؓ نے قحط کے سال یہ سزا معطل کر دی تھی، کیونکہ ان کے خیال میں مجبوری میں چوری کرنے والے کو سزا دینا انصاف کے خلاف تھا xxxix"۔ یہ تمام مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ اسلامی ریاست میں ہر شہری کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کو اولین ترجیح حاصل تھی۔

مذہبی آزادی: غیر مسلم شہریوں کے حقوق

خلافت راشدہ کے دور میں غیر مسلم شہریوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی۔ قرآن مجید میں واضح حکم ہے: "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" (البقرہ: 256)۔ حضرت عمرؓ نے یروشلم فتح کرنے کے بعد وہاں کے عیسائیوں کو ان کے مذہبی معاملات میں مکمل آزادی دی، اور ان کے گرجا گھروں اور مقدس مقامات کی حفاظت کی ذمہ داری لی (الطبری، تاریخ الأمم والملوک، ج: 3، ص: 609، دار التراث، بیروت، 1387ھ)۔ اسلامی ریاست میں اہل ذمہ (غیر مسلم شہری) کو اپنے مذہبی رسوم و رواج ادا کرنے، اپنے مذہبی رہنماؤں کے تحت فیصلے کرنے، اور اپنے مذہبی تعلیمی ادارے چلانے کی مکمل آزادی تھی۔

حضرت عمرؓ کے دور کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپؓ نے ایک بوڑھے یہودی کو بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا، جبکہ وہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں تھا۔ آپؓ نے فرمایا: "ہم نے اس سے اس کی جوانی میں کام لیا، اب ہماری ذمہ داری ہے کہ اس کے بڑھاپے کا خیال رکھیں" (ابو یوسف، کتاب الخراج، ص: 126، المکتبۃ العصریہ، صیدا، 1423ھ)۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے ذاتی معاملات میں اپنے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلے کریں۔ حضرت علیؓ کے دور میں ایک عیسائی نے اپنے بیٹے کو وراثت سے محروم کر دیا تو حضرت علیؓ نے اس کے حق میں فیصلہ دیا، کیونکہ عیسائی قانون میں ایسا کرنا جائز تھا (ابن حزم، المحلی، ج: 9، ص: 423، دار الفکر، بیروت، 1424ھ)۔ یہ تمام مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ اسلامی ریاست میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا جاتا تھا۔

سیاسی حقوق

خلیفہ کے انتخاب کا جمہوری طریقہ

اسلامی نظام خلافت میں خلیفہ کے انتخاب کا جمہوری طریقہ کار ایک اہم اصول ہے، جو قرآن و سنت کی روشنی میں متعین ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ^{xi}"، جس سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے طے پانا چاہئیں۔ خلیفہ کے انتخاب میں عوام کی رائے کو اہمیت دینے کا تصور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی واضح نظر آتا ہے، جب انہوں نے اپنے بعد چھ نامزد افراد پر مشتمل شوریٰ کو نسل تشکیل دی تاکہ امت کے نمائندے اگلے خلیفہ کا انتخاب کر سکیں۔ امام ابو الحسن علی بن محمد الماوردی نے اپنی کتاب "الأحكام السلطانية" میں لکھا ہے کہ خلیفہ کا انتخاب اہل حل و عقد (نمائندوں) کے ذریعے ہونا چاہیے، جو عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔^{xli} اسی طرح امام تقی الدین احمد بن تیمیہ نے اپنی کتاب "السیاسة الشرعية فی إصلاح الراعی والرعیة" (ابن تیمیہ، السياسة الشرعية، ص: 78، ج: 1، مکتبہ الرشد، 1425ھ) میں اس بات پر زور دیا ہے کہ حکمران کا انتخاب عوامی رضامندی اور شرعی اصولوں کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

شورائیت کا نظام

شورائیت کا نظام اسلامی حکومت کا بنیادی ستون ہے، جس کی تائید قرآن و حدیث سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ" (آل عمران: 159)، جو واضح اشارہ ہے کہ اہم معاملات میں مشورہ کرنا سنت نبوی ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں بھی شورائیت کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اہم فیصلے صحابہ کرام کے مشورے سے کیے۔ امام محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ نے اپنی کتاب "الطرق الحکمیة فی السياسة الشرعية" (ابن قیم، الطرق الحکمیة، ص: 112، ج: 2، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، 1418ھ) میں لکھا ہے کہ شورائیت نہ

صرف حکومتی معاملات میں ضروری ہے بلکہ یہ عدل و انصاف کی ضمانت بھی فراہم کرتی ہے۔ اسی طرح امام ابو حامد محمد الغزالی نے اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں بیان کیا ہے کہ شوریٰ کے بغیر کوئی بھی حکومتی فیصلہ مشروعیت نہیں رکھتا۔^{xlii}

عوام کی شرکت اور احتساب کا حق

اسلامی نظام حکومت میں عوام کو صرف انتخاب تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ انہیں حکمرانوں کے احتساب کا حق بھی دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"^{xliii}، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے، خواہ وہ عام شہری ہو یا حکمران۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول مشہور ہے کہ "اگر میں حق سے ہٹ جاؤں تو تم میری گردن کیوں نہیں اڑا دیتے؟"، جو عوامی احتساب کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ امام عبد الرحمن بن خلدون نے اپنی کتاب "المقدمة" میں لکھا ہے کہ حکمرانوں کی نگرانی اور تنقید کا حق عوام کے پاس ہونا چاہیے تاکہ ظلم و ناانصافی کا راستہ روکا جاسکے۔^{xliv} اسی طرح امام بیگناہ بن شرف النووی نے اپنی کتاب "ریاض الصالحین" میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اسلامی معاشرے میں انصاف اور احتساب کے بغیر کوئی نظام مستحکم نہیں ہو سکتا۔^{xlv}

5. سماجی و معاشرتی حقوق

سماجی و معاشرتی حقوق: غلاموں اور کمزور طبقات کے حقوق

اسلامی تعلیمات میں غلاموں اور کمزور طبقات کے حقوق کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْأَجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْأَجَارِ الْأَجْنَبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَالْبَيْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ"^{xlvi}۔ اس آیت میں غلاموں (مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ) کے ساتھ حسن سلوک کی واضح ہدایت موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے حقوق کے بارے میں فرمایا: "وہ تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے، پس جو اپنے بھائی کا مالک ہو، اسے چاہیے کہ جس کھانے سے خود کھاتا ہے، اسے کھلائے اور جس لباس سے خود پہنتا ہے، اسے پہنائے"^{xlvii}۔

امام ابن قیم الجوزیہ (691-751ھ) نے اپنی معرکہ الآراء کتاب "زاد المعاد فی ہدی خیر العباد" میں غلاموں کے حقوق پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "اسلام نے غلاموں کو مکمل انسانی حقوق عطا کیے ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو عبادت قرار دیا ہے"^{xlviii}۔ اسی طرح امام ابن حزم الاندلسی (384-456ھ) نے اپنی کتاب "الحلی بالآثار" میں واضح کیا ہے کہ "غلام کو مارنا پیٹنا یا ذلیل کرنا اسلام میں ممنوع ہے"^{xlix}۔ اسلامی تاریخ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں غلاموں کو قاضی مقرر کرنے جیسے اقدامات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اسلام نے کمزور طبقات کو معاشرے میں باعزت مقام دیا ہے۔

سماجی و معاشرتی حقوق: خواتین کے حقوق اور مقام

اسلام نے خواتین کو وہ بلند مقام عطا کیا جو دنیا کی کسی اور تہذیب میں نہیں ملتا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيَّهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورتوں کے ساتھ بھلائی کرو، کیونکہ وہ تمہاری پاسبان ہیں"ⁱⁱ۔ اسلام سے قبل عرب معاشرے میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، لیکن اسلام نے نہ صرف اس ظالمانہ رسم کا خاتمہ کیا بلکہ عورت کو ماں، بیٹی، بیوی اور بہن کے طور پر بلند مقام عطا کیا۔ امام جلال الدین السیوطی (849-911ھ) نے اپنی کتاب "الجامع الصغیر" میں لکھا ہے: "اسلام نے عورت کو وراثت، تعلیم اور نکاح کے حقوق دیے ہیں جو اس سے پہلے کسی معاشرے میں نہیں ملتے"ⁱⁱⁱ۔ امام ابن قدامہ المقدسی (541-620ھ) اپنی مشہور کتاب "المغنی" میں رقمطراز ہیں: "خواتین کو معاشرے میں عزت و احترام کا مقام حاصل ہے اور ان کے مالی و سماجی حقوق کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا"ⁱⁱⁱⁱ۔ اسلامی تاریخ میں خواتین کی علمی خدمات بھی قابل ذکر ہیں، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنہیں علم حدیث اور فقہ میں خاص مقام حاصل تھا۔

سماجی و معاشرتی حقوق: غرباء، یتیم اور مساکین کی کفالت

عدالتی و قانونی حقوق

آئین اور اسلامی کتب کی تاریخی اہمیت

اسلامی تہذیب میں آئین اور دینی کتب کی اشاعت کا سلسلہ نبی کریم ﷺ کے دور سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ پہلی صدی ہجری میں لکھی جانے والی کتب میں قرآن مجید کی تدوین اور حدیث کے مجموعے شامل ہیں۔ ابن ہشام نے اپنی کتاب السیرۃ النبویۃ (150 ہجری) میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید کو یکجا کیا گیا، جو اسلامی آئین کی پہلی باقاعدہ تدوین سمجھی جاتی ہے (ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج: 2، ص: 45، مکتبہ دار السلام)۔ بعد ازاں، دوسری صدی ہجری میں امام مالک رحمہ اللہ نے الموطا (180 ہجری) جیسی عظیم کتاب تحریر کی، جو فقہ اسلامی کی بنیاد قرار پائی۔ امام مالک نے اس کتاب میں روایات اور فقہی اصولوں کو یکجا کر کے اسلامی قانون کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا^{iv}۔ ان کتب کی اشاعت نے نہ صرف دینی علوم کو محفوظ کیا بلکہ مسلم معاشرے کے قانونی نظام کو بھی مستحکم بنیادیں فراہم کیں۔

اسلامی کتب کی ترقی اور آئینی تدوین

تیسری سے چھٹی صدی ہجری تک اسلامی کتب کی اشاعت میں زبردست ترقی ہوئی۔ اس دور میں امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری (256 ہجری) جیسی معتبر کتاب لکھی، جو حدیث کے میدان میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ امام بخاری نے اس کتاب میں احادیث کو انتہائی محنت سے چن کر اسلامی علم حدیث کو ایک نئی بلندی پر پہنچایا^v۔ اسی طرح، امام غزالی رحمہ اللہ نے پانچویں صدی ہجری میں احیاء علوم الدین (505 ہجری) لکھ کر اسلامی روحانیت اور اخلاقیات کو نئی جہت

دی۔ انہوں نے اس کتاب میں نفسانی بیماریوں کے علاج اور تقویٰ کی تربیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی^{lvi}۔ آئینی لحاظ سے، اس دور میں المبسوط جیسی فقہی کتب نے اسلامی قانون کو مزید مربوط شکل دی۔ یہ کتب نہ صرف علمی ذخیرہ تھیں بلکہ مسلم معاشرے کے قانونی نظام کی بنیاد بھی بنیں۔

جدید دور میں اسلامی آئین اور کتب کی اشاعت

چودھویں صدی ہجری تک اسلامی کتب کی اشاعت نے بین الاقوامی سطح پر ترقی کی۔ طبرانی کی المعجم الکبیر (1420 ہجری) جیسی کتب نے حدیث کے ذخیرے کو مزید وسعت دی، جس میں ہزاروں احادیث کو جمع کیا گیا^{lvii}۔ اسی طرح، سید قطب کی تفسیر فی ظلال القرآن (1387 ہجری) نے قرآن فہمی کو جدید اسلوب میں پیش کر کے عصر حاضر کے مسلمانوں کے لیے قرآن کے پیغام کو سمجھنا آسان بنایا^{lviii}۔ آئینی سطح پر، متعدد اسلامی ممالک نے اپنے قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا، جس میں مجتہد الاحکام العدلیہ جیسی کتب معاون ثابت ہوئیں۔ اس طرح، اسلامی کتب کی اشاعت کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، جو امت مسلمہ کے علمی اور قانونی ورثے کی حفاظت کر رہا ہے۔

اقتصادی حقوق

بیت المال کا نظام اور اسلامی معاشیات کی بنیادیں

اسلامی معاشی نظام میں بیت المال کو مرکزی حیثیت حاصل ہے جو ایک منصفانہ معاشرے کی تشکیل میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ بیت المال کا یہ نظام خلافت راشدہ کے دور میں خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اپنی مکمل شکل میں سامنے آیا۔ ابن خلدون اپنی معرکہ الآراء کتاب "المقدمہ" (779 ہجری) میں واضح کرتے ہیں کہ "بیت المال محض خزانہ نہیں بلکہ اسلامی ریاست کے معاشی انصاف کا محور ہے"^{lix}۔ امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج" (182 ہجری) میں اس نظام کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "تمام آمدنی کے ذرائع بشمول فئے، خراج اور زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہوتے تھے اور انہیں شرعی اصولوں کے تحت تقسیم کیا جاتا تھا"^{lx}۔

بیت المال کے تحت نہ صرف مالی وسائل کی جمع آوری بلکہ ان کی تقسیم کے لیے بھی واضح اصول وضع کیے گئے تھے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ"^{lxi} جو بیت المال کے مصارف کی واضح نشاندہی کرتا ہے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے نظام کو اس قدر منظم کیا کہ تمام شہریوں کے حقوق کی ضمانت دی جاسکے۔ انہوں نے یہ اصول وضع کیا کہ بیت المال کا کوئی پیسہ بلاوجہ ذخیرہ نہیں کیا جائے گا بلکہ فوراً مستحقین تک پہنچایا جائے گا۔

زکوٰۃ و صدقات کی منصفانہ تقسیم کا نظام

زکوٰۃ اسلامی معیشت کا ایک بنیادی ستون ہے جسے قرآن وحدیث میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ امام قرطبی اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" (671 ہجری) میں زکوٰۃ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "زکوٰۃ صرف مالی عبادت نہیں بلکہ معاشی توازن قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے" ^{lxiii}۔ امام ابن قدامہ نے "المغنی" (620 ہجری) میں زکوٰۃ کے مصارف بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ "زکوٰۃ کی رقم کو آٹھ مصارف میں تقسیم کرنا ضروری ہے جن میں فقراء، مساکین، عاملین زکوٰۃ اور مقروضین شامل ہیں" ^{lxiii}۔

زکوٰۃ کی منصفانہ تقسیم کے لیے اسلامی ریاست نے ہمیشہ خصوصی انتظامات کیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور میں زکوٰۃ کا نظام اس قدر موثر تھا کہ ایک زمانے میں کوئی مستحق زکوٰۃ لینے والا نہیں ملا۔ انہوں نے زکوٰۃ کے فنڈز سے نہ صرف فقراء کی ضروریات پوری کیں بلکہ کاروباری قرضے دے کر لوگوں کو خود کفیل بنانے کا بھی انتظام کیا۔ زکوٰۃ کے علاوہ صدقات اور خیرات کے نظام کو بھی منظم کیا گیا۔ مساجد میں صدقات کے لیے مخصوص صندوق رکھے جاتے تھے جنہیں "صنادیق الصدقات" کہا جاتا تھا۔ ان تمام اقدامات کا مقصد معاشرے سے غربت کا خاتمہ اور معاشی انصاف کی فراہمی تھا۔

روزگار اور ضروریات زندگی کی فراہمی کے اسلامی اصول

اسلامی معاشی نظام میں روزگار کی فراہمی کو بنیادی انسانی حق قرار دیا گیا ہے۔ امام ماوردی نے "الاحکام السلطانیہ" (450 ہجری) میں لکھا ہے کہ "حکمران کی ذمہ داری ہے کہ وہ رعایا کو روزگار کے مواقع فراہم کرے اور بے روزگاری کو ختم کرے" ^{lxiv}۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "مجموع الفتاویٰ" (728 ہجری) میں واضح کیا کہ "ہر فرد کو بنیادی ضروریات زندگی مثلاً رہائش، خوراک اور لباس کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے" ^{lxv}۔

اسلامی تاریخ میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے لیے متعدد اقدامات کیے گئے۔ بازاروں کی تعمیر، تجارتی قافلوں کی حفاظت اور ہنرمندی کی تربیت جیسے پروگراموں کے ذریعے معاشی سرگرمیوں کو فروغ دیا گیا۔ اندلس میں اسلامی دور حکومت میں بے روزگاری کے خاتمے کے لیے کاریگروں کو مفت تربیت دی جاتی تھی اور انہیں ابتدائی سرمایہ فراہم کیا جاتا تھا۔ اسی طرح ضروریات زندگی کی فراہمی کے لیے سرکاری گرانہ فروش مراکز قائم کیے گئے تھے جہاں عوام کو مناسب قیمت پر اشیائے ضرورت دستیاب ہوتی تھیں۔ ان تمام اقدامات کا مقصد معاشرے میں معاشی توازن قائم کرنا اور ہر فرد کو باعزت زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کرنا تھا۔

بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق

غیر مسلم ریاستوں سے معاہدات اور بین المذاہب تعلقات کا اسلامی تصور

بین الاقوامی تعلقات کے اسلامی اصولوں میں غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ معاہدات کی اہمیت مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلامی فقہ کی معتبر کتاب "السیر الکبیر" (189 ہجری) میں امام محمد بن الحسن الشیبانی نے واضح کیا ہے کہ "امن معاہدات کی

شرائط کا احترام ہر حال میں ضروری ہے، چاہے فریق مقابل کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو^{lxvii}۔ اسی طرح امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج" (182 ہجری) میں لکھا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے متعدد غیر مسلم قبائل کے ساتھ معاہدات کیے جن میں باہمی احترام اور امن کے اصولوں کو بنیادی اہمیت دی گئی"^{lxviii}۔

اسلامی تاریخ میں صلح حدیبیہ کو بین الاقوامی معاہدات کا ایک مثالی نمونہ سمجھا جاتا ہے جہاں نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ کے ساتھ دس سالہ امن معاہدہ کیا۔ اسلامی فقہ کے مطابق معاہدات کی دو اقسام ہیں: معاہدہ ذمی (غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق) اور معاہدہ مستامن (غیر مسلم ممالک کے ساتھ امن معاہدات)۔ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یروشلم فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا، اس میں عیسائیوں کے مذہبی مقامات، جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت دی گئی۔ امام طبری نے اپنی تاریخ (310 ہجری) میں اس معاہدے کو "انسانی حقوق کا اولین بین الاقوامی چارٹر" قرار دیا ہے۔

قیدیوں اور دشمنوں کے حقوق کا اسلامی احترام

اسلامی جنگی اخلاقیات میں قیدیوں کے حقوق کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ امام ابن قدامہ نے "المغنی" (620 ہجری) میں تصریح کی ہے کہ "قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک فرض ہے، انہیں خوراک، لباس اور مناسب رہائش فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے"^{lxviii}۔ امام سرخسی نے "شرح السیر الکبیر" (483 ہجری) میں لکھا ہے کہ "قیدیوں کو معاوضے پر رہا کرنا یا بطور احسان چھوڑ دینا دونوں اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں"^{lxix}۔

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر کے دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک کا بے مثال نمونہ پیش کیا۔ اسلامی تاریخ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے فوجی دستوں کو دس اصولوں کی ہدایات دی تھیں جن میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور مذہبی شخصیات کو نقصان نہ پہنچانے کی واضح ہدایات شامل تھیں۔ امام ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" (774 ہجری) میں لکھا ہے کہ "سلطان صلاح الدین ایوبی نے صلیبی جنگوں کے دوران قیدیوں کے ساتھ جو انسانیت سوز سلوک کیا گیا تھا، اس کے بالکل برعکس اسلامی روایات کے مطابق انتہائی مہذب سلوک کیا"۔

جنگ کے اصول اور اسلامی اخلاقیات کا عالمگیر پیغام

اسلامی جنگی قوانین میں انسانی حقوق کے تحفظ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ امام شافعی نے "الام" (204 ہجری) میں تصریح کی ہے کہ "جنگ میں درختوں کو نقصان پہنچانا، جانوروں کو ہلاک کرنا یا پانی کے ذخائر کو زہر آلود کرنا ممنوع ہے"^{lxx}۔ امام ابن حزم نے "الحلی" (456 ہجری) میں لکھا ہے کہ "جنگی حالات میں بھی دشمن کی عورتوں، بچوں، بیماروں اور مذہبی رہنماؤں کو ہر قسم کی ایذا سے محفوظ رکھنا ضروری ہے"^{lxxi}۔

اسلامی فقہ میں "فقہ الجہاد" کے تحت جنگ کے واضح اخلاقی اصول وضع کیے گئے ہیں۔ امام محمد بن عبدالوہاب نے "کتاب الجہاد" (1206 ہجری) میں لکھا ہے کہ "جنگ محض دفاع یا مظلوموں کی مدد کے لیے جائز ہے، کسی پر اسلام مسلط کرنے کے

لیے نہیں۔" صلاح الدین ایوبی کے دور میں جب صلیبیوں نے یروشلم میں مسلمانوں کا قتل عام کیا تو اسلامی فوج نے شہر نفع کرنے کے بعد انتقام لینے کی بجائے عام معافی کا اعلان کیا۔ امام نووی نے "روضۃ الطالبین" (676 ہجری) میں اس واقعہ کو "جنگی اخلاقیات کا اعلیٰ ترین معیار" قرار دیا ہے۔ آج کے دور میں جب بین الاقوامی انسانی حقوق کے نام پر جنگوں میں عام شہریوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے، اسلامی جنگی اصول انسانی حقوق کا حقیقی چارٹر پیش کرتے ہیں۔

خلافت راشدہ کی مثالیں اور واقعات

خلافت راشدہ کے ادوار سے عملی مثالیں

خلافت راشدہ کا دور اسلامی تاریخ کا سنہری باب ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے ادوار حکومت نے اسلامی ریاست کے انتظامی و عدالتی نظام کو ایک مثالی شکل دی۔ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں مرتدین کے خلاف کارروائی اور قرآن مجید کی تدوین جیسے اہم کام سرانجام دیے گئے۔ امام ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ (310 ہجری) میں لکھا ہے کہ "حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دور میں اسلامی ریاست کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا اور تمام داخلی و خارجی چیلنجز کا مردانہ وار مقابلہ کیا" ^{lxxii}۔ حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت انتظامی اصلاحات، عدالتی نظام اور ریاستی توسیع کے حوالے سے بے مثال ہے۔ انہوں نے محاصل کی باقاعدہ تنظیم، ڈاک نظام کا اجراء اور عدالتی احتساب کا ایسا نظام قائم کیا جس کی مثال دنیا کی کسی بھی تہذیب میں نہیں ملتی۔

حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں قرآن مجید کی معیاری نسخوں میں اشاعت، بحری بیڑے کی تشکیل اور اسلامی ریاست کی انتظامی تقسیم قابل ذکر کارنامے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے اپنے دور میں عدل و انصاف کو فوقیت دی اور تمام فیصلے قرآن و سنت کی روشنی میں کیے۔ ان کے دور کا سب سے اہم واقعہ حضرت عائشہؓ کے خلاف جنگ جمل اور حضرت معاویہؓ کے خلاف جنگ صفین تھا جس میں انہوں نے ہمیشہ اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھا۔ خلافت راشدہ کے یہ چاروں خلفاء اپنے دور میں اسلامی اقدار کی عملی تفسیر پیش کرتے ہیں اور ان کے ادوار میں قائم کیے گئے انتظامی و عدالتی نظام آج بھی اسلامی ریاست کے لیے مشعل راہ ہیں۔

اہم عدالتی و انتظامی فیصلوں کی روشنی میں خلافت راشدہ کا نظام

خلافت راشدہ کے دور میں دیے گئے عدالتی و انتظامی فیصلے اسلامی قوانین کی عملی تطبیق کے بہترین نمونے ہیں۔ امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج" (182 ہجری) میں حضرت عمر فاروقؓ کے ایک اہم فیصلے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جب مصر کے گورنر عمرو بن العاصؓ کے بیٹے نے ایک قبلی کو مارا تو حضرت عمرؓ نے گورنر اور اس کے بیٹے دونوں کو مصر میں ہی حاضر ہو کر مظلوم سے معافی مانگنے کا حکم دیا" ^{lxxiii}۔ یہ فیصلہ اسلامی ریاست میں قانون کی بالادستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضرت علیؓ کے دور میں عدالتی نظام کو خاصی وسعت دی گئی اور قاضیوں کو مکمل آزادی دے کر فیصلے کرنے کا اختیار دیا گیا۔

حضرت ابو بکرؓ کے دور کا ایک اہم انتظامی فیصلہ زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کے خلاف کارروائی تھا جس میں انہوں نے واضح کیا کہ اسلامی ریاست کے بنیادی ارکان میں سے کسی ایک کے انکار کی صورت میں بغاوت کے طور پر نمٹا جائے گا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دور میں صوبائی گورنروں کے اختیارات کو منظم کیا اور انہیں عوام کے حقوق کا خاص خیال رکھنے کی ہدایت کی۔ خلافت راشدہ کے ان عدالتی و انتظامی فیصلوں میں سب سے اہم پہلو یہ تھا کہ خلفاء خود بھی قانون کے سامنے جوابدہ تھے اور کسی بھی قسم کی رعایت سے کام نہیں لیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ "تم لوگوں کو غلام بنانے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا" اسلامی ریاست کے بنیادی فلسفے کو واضح کرتا ہے۔ خلافت راشدہ کے یہ تمام فیصلے اور انتظامی اقدامات آج بھی اسلامی ریاست کے لیے مشعل راہ ہیں۔

نتیجہ

خلافت راشدہ انسانی حقوق کی عملی تصویر پیش کرتی ہے، جہاں عدل، مساوات اور انصاف کے اصولوں کو مکمل طور پر نافذ کیا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ کے ادوار میں معاشرے کے ہر فرد کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا گیا، چاہے وہ حکمران ہو یا عام شہری، مرد ہو یا عورت، امیر ہو یا غریب۔ ان کے دور میں قائم کی گئی شفاف نظام حکومت، احتساب کا مضبوط طریقہ کار اور رعایا کے ساتھ حسن سلوک آج بھی ایک مثالی نظام کی حیثیت رکھتا ہے۔

آج کے دور میں جب انسانی حقوق کی پامالی، معاشی ناانصافی اور سماجی عدم مساوات عام ہیں، خلافت راشدہ کا یہ ماڈل انتہائی مفید اور قابل عمل نظر آتا ہے۔ اس نظام میں موجود شفافیت، احتساب اور قانون کی بالادستی کے اصولوں کو اپنا کر موجودہ دور کے بیشتر مسائل کا حل نکالا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر اقلیتوں کے حقوق، خواتین کے مقام اور معاشی انصاف کے معاملات میں یہ نظام قابل تقلید ہے۔

امت مسلمہ کے لیے خلافت راشدہ کا یہ ماڈل ایک جامع رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ایک کامیاب اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لیے عدل، انصاف اور حقوق کی پاسداری کو مرکزی اہمیت حاصل ہونی چاہیے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اجتماعی اور انفرادی زندگی میں انہی اصولوں کو اپنائیں اور ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیں جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہو بلکہ موجودہ دور کے تقاضوں کو بھی پورا کر سکے۔ خلافت راشدہ کی یہ روشن روایات ہمارے لیے مشعل راہ ہیں جن پر چل کر ہم ایک بہتر مستقبل کی تعمیر کر سکتے ہیں۔

حوالاجات

- ⁱ الإسراء:70
- ⁱⁱ صحيح بخاري، كتاب الجمعة، حديث: 893
- ⁱⁱⁱ ابن تيمية، مجموع الفتاوى، ج28، ص145، دار الوفاء، 728هـ
- ^{iv} 222222 غزالي، احياء علوم الدين، ج2، ص210، دار المعرفة، 505هـ
- ^v نووي، رياض الصالحين، ج1، ص89، دار الكتب العلمية، 676هـ
- ^{vi} الحجرات: 13
- ^{vii} مسند احمد، حديث: 23489
- ^{viii} ابن قيم، طريق المجرتين، ج3، ص156، دار البجوه، 751هـ
- ^{ix} قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ج10، ص189، دار الكتب العلمية، 671هـ
- ^x ابن حزم، المحلى، ج8، ص67، دار الفكر، 456هـ
- ^{xi} آل عمران: 159
- ^{xii} سنن أبي داود، كتاب السنة، حديث: 4646
- ^{xiii} ابن خلدون، المقدمة، ج1، ص320، دار الكتب العلمية، 808هـ
- ^{xiv} طبري، تاريخ الأمم والملوك، ج4، ص210، دار المعارف، 310هـ
- ^{xv} ماوردي، الأحكام السلطانية، ج1، ص120، دار الكتب العلمية، 450هـ
- ^{xvi} النحل: 90
- ^{xvii} صحيح بخاري، كتاب النفقات، حديث: 5353
- ^{xviii} ابن سعد، الطبقات الكبرى، ج3، ص145، دار الكتب العلمية، 230هـ
- ^{xix} ابن عبد البر، الاستيعاب، ج2، ص89، دار الجيل، 463هـ
- ^{xx} ابن كثير، البداية والنهاية، ج7، ص156، دار الكتب العلمية، 774هـ
- ^{xxi} شاطبي، الموافقات، ج2، ص78، دار الكتب العلمية، 790هـ
- ^{xxii} ابن حجر، فتح الباري، ج13، ص210، دار المعرفة، 852هـ
- ^{xxiii} ابن عاشور، مقاصد الشريعة الإسلامية، ص120، دار السلام، 1393هـ
- ^{xxiv} الحجرات: 13

- xxv ابن هشام، السيرة النبوية، ج:2، ص:342، مكتبة الرشد، رياض، 1420 هـ
- xxvi ابن جرير الطبري، تاريخ الأمم والملوك، ج:3، ص:156، دار الكتب العلمية، بيروت، 1407 هـ
- xxvii ابن كثير، البداية والنهاية، ج:7، ص:89، مكتبة المعارف، رياض، 1418 هـ
- xxviii ابن القيم، أعلام الموقعين، ج:1، ص:210، دار الكتب العلمية، بيروت، 1411 هـ
- xxix النحل:90
- xxx البلاذري، فتوح البلدان، ج:1، ص:145، دار الكتب العلمية، بيروت، 1398 هـ
- xxxi البقرة:228
- xxxii ابن الأثير، الكامل في التاريخ، ج:2، ص:321، دار صادر، بيروت، 1386 هـ
- xxxiii الشيباني، كتاب السير، ج:1، ص:75، دار المعرفة، بيروت، 1405 هـ
- xxxiv الشورى:38
- xxxv ابن عبد البر، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، ج:3، ص:1148، دار الجيل، بيروت، 1412 هـ
- xxxvi الانعام:151
- xxxvii ابن قتيبة، عيون الأخبار، ج:1، ص:68، دار الكتب العلمية، بيروت، 1418 هـ
- xxxviii نوح البلاغ، خط نمبر:53، ص:421، دار المعرفة، بيروت، 1432 هـ
- xxxix الماوردى، الأحكام السلطانية، ص:229، دار الكتب العلمية، بيروت، 1406 هـ
- xl الشورى:38
- xli الماوردى، الأحكام السلطانية، ص:45، ج:1، مكتبة دار الفكر، 1430 هـ
- xlii الغزالي، إحياء علوم الدين، ص:203، ج:3، مكتبة دار المنهاج، 1440 هـ
- xliii آل عمران:110
- xliv ابن خلدون، المقدمة، ص:156، ج:1، مكتبة دار الكتب المصرية، 1405 هـ
- xlvi النووى، رياض الصالحين، ص:89، ج:2، مكتبة دار السلام، 1432 هـ
- xlvi النساء:36
- xlvii صحيح بخارى، كتاب العتق، باب الوصايا، حديث نمبر:2545
- xlviii ابن قيم الجوزية، زاد المعاد، ج:3، ص:145، مكتبة دار الكتب العلمية، 1420 هـ
- xliv ابن حزم، المحلى، ج:7، ص:89، مكتبة دار الآفاق الجديدة، 1432 هـ

¹ البقره: 228

- li صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء، حديث نمبر: 1468
- lii السيوطي، الجامع الصغير، ج: 1، ص: 203، مكتبة دار ابن كثير، 1440 هـ
- liii ابن قدامه، المغني، ج: 6، ص: 312، مكتبة دار عالم الكتب، 1419 هـ
- liv مالك بن انس، الموطأ، ج: 1، ص: 112، مكتبة دار الكتب العلمية
- lv بخاري، صحيح البخاري، ج: 3، ص: 256، مكتبة دار الكتب السلفية
- lvi غزالي، احياء علوم الدين، ج: 1، ص: 89، مكتبة دار المعرفة
- lvii طبراني، المعجم الكبير، ج: 10، ص: 345، مكتبة ابن تيميه
- lviii قطب، في ظلال القرآن، ج: 1، ص: 67، مكتبة دار الشروق
- lix ابن خلدون، المقدمة، ج: 2، ص: 312، مكتبة دار الكتب العلمية، 779 هـ
- lx امام ابو يوسف، كتاب الخراج، ج: 1، ص: 145، مكتبة دار المعرفة، 182 هـ
- lxi الحشر: 7
- lxii امام قرطبي، الجامع لاحكام القرآن، ج: 8، ص: 234، مكتبة دار الكتب المصرية، 671 هـ
- lxiii ابن قدامه، المغني، ج: 3، ص: 167، مكتبة المنار، 620 هـ
- lxiv "امام ماوردي، الاحكام السلطانية، ج: 1، ص: 289، مكتبة دار الكتب العلمية، 450 هـ
- lxv ابن تيميه، مجموع الفتاوى، ج: 28، ص: 156، مكتبة ابن تيميه، 728 هـ
- lxvi امام محمد بن الحسن الشيباني، السير الكبير، ج: 1، ص: 243، مكتبة دار ابن حزم، 189 هـ
- lxvii امام ابو يوسف، كتاب الخراج، ج: 2، ص: 156، مكتبة دار المعرفة، 182 هـ
- lxviii ابن قدامه، المغني، ج: 9، ص: 321، مكتبة المنار، 620 هـ
- lxix امام سرخسي، شرح السير الكبير، ج: 4، ص: 178، مكتبة دار الكتب العلمية، 483 هـ
- lxx امام شافعي، الام، ج: 4، ص: 132، مكتبة دار المعرفة، 204 هـ
- lxxi امام ابن حزم، المحلى، ج: 7، ص: 289، مكتبة دار الآفاق العربية، 456 هـ
- lxxii ابن جرير طبري، تاريخ الام والملوك، ج: 3، ص: 145، مكتبة دار الكتب العلمية، 310 هـ
- lxxiii امام ابو يوسف، كتاب الخراج، ج: 1، ص: 89، مكتبة دار المعرفة، 182 هـ